مقالات

دعوت حق کے مراحل

(۲)

دوسرا مرحلہ ـــــ برأت و ہجرت

۲۔ دعوت حق کا دوسرا مرحلہ برأت و ہجرت کا مرحلہ ہے۔ اس کا وقت اُس وقت آتا ہے جب داعیانِ حق اپنے ماحول کو دودھ کی طرح بلو کر اس کا مکھن نکال چکتے ہیں اور وقت کی سوسائٹی اخلاقی صفات کے اعتبار سے صرف چھاچھ کے مانند رہ جاتی ہے۔ جن لوگوں کے اندر ذرا بھی صلاحیت ہوتی ہے وہ دعوت کے ہمنوا بن چکتے ہیں اور جن کے دل بالکل مردہ ہو چکے ہوتے ہیں وہ دعوت کی مخالفت میں غصہ و نفرت کی آخری حد کو پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دعوت کو دبانے یا اس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی تمام توقعات سے مایوس ہو کر وہ اس بات پر کمر باندھ لیتے ہیں کہ داعی اور دعوت کو جڑ پیڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں جب یہ وقت آجاتا ہے اور داعیان حق محسوس کرتے ہیں کہ اس ماحول کے اندر نہ صرف دعوت و تبلیغ کا کام بلکہ سرے سے سانس لینا ہی ان کے لیے ناممکن ہو گیا ہے تب وہ مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے ماحول سے علیحدگی کا اعلان کریں اور اس کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ منتقل ہو جائیں جہاں ان کو اپنے مسلک کے مطابق زندگی بسر کر سکنے کی توقع یا کم از کم ایمان پر قائم رہ کر جینا ممکن ہو۔ جہاں تک حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا تعلق ہے، اس ہجرت کے وقت اور جگہ، دونوں چیزوں کا تعین، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ براہ راست رویا یا وحی کے ذریعہ سے ان کو عین وقت پر ہدایت فرماتا ہے کہ اب تبلیغ و دعوت کا حق ادا ہو چکا اور تم کو فلاں وقت یہاں سے نکل کر فلاں مقام پر چلے جانا چاہیے۔ انبیائے کرام کی بعثت کا اصلی مقصد تبلیغ رسالت اور اتمام حجت ہے اس وجہ سے جب تک قوم کے اندر ان کا قیام ممکن ہوتا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کو قوم کے اندر روکتا ہے تاکہ تبلیغ کا حق پوری طرح ادا ہو جائے اور اتمام حجت میں کسی پہلو سے کوئی کسر نہ رہ جائے

جب یہ حق ادا ہو چکتا ہے تو ان کو ہجرت کی اجازت ملتی ہے۔ اس اجازت کے بغیر ان کے لیے قوم کو چھوڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ بعض حالات میں اس کا امکان ہے کہ شدت غیرت یا حمیت حق یا کسی اور سبب سے وہ قوم کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اتمام حجت اور تبلیغ کا فرض ابھی پوری طرح ادا نہ ہوا ہو۔ حضرت یونس علیہ السلام سے اسی طرح کی فروگذاشت ہوئی کہ وہ حمیت حق کی وجہ سے قوم کو وقت سے پہلے چھوڑ کر چلے گئے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا اور تبلیغ و دعوت کے فرض کو پورا کرنے کے لیے ان کو دوبارہ قوم میں واپس بھیجا۔ اور اس دوبارہ دعوت سے ان کی قوم کا بڑا حصہ مشرف باسلام ہوا۔

انبیاء علیہم السلام کے ماسوا عام داعیان حق کو اس ہجرت کے وقت کا تعین اپنے اجتہاد سے کرنا پڑتا ہے اور چند باتیں اس اجتہاد میں ان کو بحیثیت اصول کے پیش نظر رکھنی پڑتی ہیں۔

ایک یہ کہ ہجرت ہر دعوت حق کے لیے کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ یہ ضرورت اور حالات کے تابع ہے۔ داعیان حق کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے لوگوں کو نظام حق کا معتقد بنائیں اور جب وہ اس کے معتقد ہو جائیں تو ان کی اجتماعی طاقت سے اس نظام حق کو عملاً جاری و نافذ کریں۔ پس جب تک ان کو کسی سرزمین پر اس بات کا موقع حاصل ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں کو پورے دین کی بغیر کسی مجبور کن مزاحمت کے دعوت دے سکتے ہیں اس وقت تک ان کے لیے وہاں سے ہجرت جائز نہیں ہے اگرچہ اسی کام میں ان کی پوری زندگیاں کھپ جائیں، اور اگرچہ ان کو نہ تو ان کی دعوت کے قبول کرنے والے ہی ملیں اور نہ ان کو اپنے مسلک کے مطابق کوئی نظام زندگی قائم کر سکنے کا موقع ہی میسر آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پوری زندگی دعوت حق میں بسر کر دی لیکن چونکہ ان کے کام میں بادشاہ وقت کی طرف سے کوئی عملی مزاحمت ایسی نہیں پیش آئی جو ان کی دعوت کے کام کو بالکلیہ معطل کر دے، اس وجہ سے وہ برابر آخر دم تک اپنے کام میں لگے رہے۔ ہر چند مصر میں ان کو اتنے آدمی نہ مل سکے جن کی مدد سے وہاں خالص اسلامی اصولوں پر وہ کوئی نظام قائم کر کے چلا سکتے۔

دوسری یہ کہ معمولی درجہ کی مزاحمت و مخالفت کسی ماحول سے ہجرت کے لیے کافی وجہ نہیں بن سکتی، ایک ایسی دعوت جو ہر پہلو سے وقت کے افکار و عقائد اور زمانہ کے اصول معاشرت و سیاست سے

مخالف ہو، اس سے فی الجملہ عام لوگوں کی بیزاری و بیگانگی تو ایک قدرتی چیز ہے۔ یہ بیزاری و بیگانگی اس بات کے لیے کافی نہیں ہے کہ داعیان حق اس سے بددل ہو کر اس ماحول سے بھاگ کھڑے ہوں۔ اس طرح کی مخالفتوں کے علی الرغم حضرات انبیائے کرام نے ہمیشہ اپنے کام کو بغیر کسی مایوسی اور بددلی کے جاری رکھا ہے۔ ان مخالفتوں کے مقابل میں صبر و استقامت مخالفین پر اتمام حجت کے لیے بھی ضروری ہے اور خود داعیان حق کی عزیمت کے امتحان کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ اس چیز کی جانچ کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ تو اہل حق کو ان کی حق پرستی کا کوئی صلہ ملتا نہ اہل باطل کی باطل پرستی پر کوئی عذاب آتا۔ یہ اہل حق کے لیے اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ایک کورس ہے جس سے بہر صورت ان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس سے گزرنے کے بعد ہی ان کو کامیابی کا تمغہ ملتا ہے۔ البتہ جب قوم کی مخالفت بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ اہل حق کا وجود اپنے اندر سرے سے برداشت ہی نہیں کر سکتے اور متفق طور پر ان کے استیصال کا فیصلہ کر لیتے ہیں اس وقت داعیان حق کے لیے یہ بات جائز ہو جاتی ہے کہ وہ ان کے کفر کا فیصلہ کر کے ان سے علیحدگی کا اعلان کر دیں اور وہاں سے ہجرت کر جائیں۔ قرآن مجید میں جتنے انبیاء کی ہجرت کا بیان ہوا ہے ہر ایک کی سرگزشت سے یہ حقیقت واضح ہے کہ انھوں نے برأت و ہجرت کا اعلان اسی وقت کیا ہے جب ان کی قوموں نے ان کو سنگسار کر دینے یا قتل کر دینے یا ملک سے نکال دیئے جانے کا آخری فیصلہ کر لیا ہے۔ مخالفین کی طرف سے اس طرح کے اقدام کے بغیر کسی نبی نے بھی ہجرت نہیں فرمائی۔

تیسری چیز یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام اور داعیان حق کی ہجرت اس ہجرت سے بالکل مختلف ہے جو ایک قوم دوسری قوم کی زیادتیوں اور چیرہ دستیوں سے تنگ آکر کرتی ہے۔ یہ ہجرت ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف ہے اور داعیان حق کی ہجرت باطل سے حق کی طرف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ہجرت سے پہلے دو باتوں کا فیصلہ کر لینا ان کے لیے ضروری ہوتا ہے ایک یہ کہ جن لوگوں کے اندر سے وہ ہجرت کر رہے ہیں قبول حق کے پہلو سے ان کا کیا حال ہے دوسرا یہ کہ جن لوگوں کی طرف ہجرت کر رہے ہیں حق پرستی کے اعتبار سے ان کا کیا درجہ ہے۔ اس فیصلہ کے لیے انھیں پہلے اپنے ماحول کی صلاحیتوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا پڑتا ہے کہ حق کی تخم ریزی کے لیے اس زمین میں کوئی صلاحیت ہے یا نہیں۔ اگر وہ اس کے اندر کوئی صلاحیت

پاتے ہیں تو اپنی مصلحانہ کوششوں کا سب سے زیادہ حقدار وہ اسی ماحول کو سمجھتے ہیں اور اپنا سارا زور اسی کی اصلاح و تربیت پر صرف کر دیتے ہیں۔ ہاں اگر پوری طرح امتحان کرنے کے بعد اس پہلو سے اس کا ناکارہ اور بے مصرف ہونا ان پر ثابت ہو جاتا ہے تو باہر کی طرف نظر اٹھاتے ہیں کہ زمین کا کونسا ٹکڑا اس مقصد کے لیے زیادہ صالح ہو سکتا ہے اور جس ٹکڑے پر ان کی نظر انتخاب جمتی ہے وہاں جا کر ڈیرے ڈالتے ہیں اور قسمت آزمائی کرتے ہیں۔

انبیاء کے علاوہ عام داعیان حق جس طرح ہجرت کے وقت کا فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرتے ہیں اسی طرح انھیں ہجرت کے مقام کا انتخاب بھی اپنے اجتہاد ہی سے کرنا پڑتا ہے۔ اس انتخاب میں جو چیز بطور اصل الاصول کے انھیں پیش نظر رکھنی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ ہجرت کا مقام دعوت اور مقاصد دعوت کے لحاظ سے سازگار ہو خواہ دوسرے اعتبارات سے اس کی کوئی اہمیت ہو یا نہ ہو۔ یہ دار الہجرت ایک چٹیل بیابان بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ریگستان حجاز کی طرف ہجرت فرمائی اور دودھ اور شہد کی ایک زرخیز سرزمین بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ملک شام میں لے گئے۔ اس کی تلاش میں کبھی اپنے وطن سے باہر بھی نکلنا پڑتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو نکلنا پڑا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی ملک کے کسی گوشہ کو دعوت حق کے لیے مہربان اور سازگار بنا دیتا ہے جس ملک میں دعوت حق کا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں پیش آیا۔ کبھی دعوت کے ابتدائی آغاز کار میں یہ فیصلہ نہایت دشوار ہے کہ جس زمین میں اس کا بیج بویا جا رہا ہے اسی زمین میں اس کی فصل بھی تیار ہو گی یا بیج تو کسی اور زمین میں ڈالے جا رہے ہیں لیکن فصل کسی اور زمین سے کاٹی جانے کی؟ اور وہ زمین کونسی زمین ہو گی؟ ملک سے باہر یا ملک کے اندر؟ کوئی شور اور بنجر علاقہ؟ یا کوئی شاداب اور معمور خطہ ارضی؟ جو لوگ حق کی تخم ریزی کے لیے اٹھتے ہیں ان کے اپنے اندازے اور تخمینے اس بارہ میں کوئی چیز نہیں ہیں۔ ان کی رہنمائی صرف وہ کرتا ہے جس کی رضا جوئی کے عشق میں چند دانے جنگلوں میں ڈال کر وہ منتظر بیٹھے ہوتے ہیں۔ البتہ اتنی بات قطعی ہے کہ حق کے بیج ـــ اگر ان کے بونے والے اپنے خون سے ان کو سینچنے کے لیے تیار ہوں ـــ ضائع نہیں جاتے۔ اگر زمین کا ایک حصہ

اس کی پرورش سے انکار کر دیتا ہے تو کوئی دوسرا گوشہ اس کی پرورش کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ اگر مشرق میں اس کی کھیتیاں شاداب نہیں ہوتیں تو مغرب میں اس کی فصلیں لہلہا اٹھتی ہیں اور ایک دن آتا ہے کہ بھرنے والے ان سے کھتے بھر لیتے ہیں اور جمع کرنے والے ڈھیریاں جمع کر لیتے ہیں۔ اور دنیا کی دنیا ان سے سیری اور آسودگی حاصل کرتی ہے۔

اس ہجرت کا مقصد، جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے ہیں محض مخالفین کی چیرہ دستیوں سے فرار نہیں ہے بلکہ اس سے دعوت حق کے چند اہم مقاصد پورے ہوتے ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم یہاں اشارہ کریں گے۔

اس کا پہلا مقصد اہل حق کے اعتقادی مطالبات اور ذہنی تقاضوں کی عملی تکمیل ہے۔ وہ جس روز سے لذت حق سے آشنا ہوتے ہیں اسی روز سے ارادۃً اور نیۃً مہاجر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے وقت کے عقائد واعمال سے بیزار رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح ان سے دوری حاصل ہو۔ وہ اپنے زمانہ کی سوسائٹی سے متنفر ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی دلجمعی کے لیے کوئی صالح سوسائٹی ملے۔ وہ اپنے عہد کے نظام کو باطل کا ایک شکنجہ تصور کرتے ہیں اور خواہشمند ہوتے ہیں کہ اس سے کسی طرح نجات حاصل کریں۔ ان کے باطن کی قوت شامہ بیدار ہو چکی ہوتی ہے اور ماحول کے ہر گوشہ سے ان کو بدبو محسوس ہونے لگتی ہے، اس وجہ سے ہر آن وہ کسی ایسی فضا کے متلاشی ہوتے ہیں جس میں وہ آزادی سے سانس لے سکیں اور اس بدبو سے پناہ پائیں۔ وہ اس ماحول میں جتنے لمحے بھی گذارتے ہیں محض فرض تبلیغ کی ادائیگی کے لیے گذارتے ہیں اس وجہ سے اس فرض کے ادا ہو چکنے کے بعد یہ ان کی ایک فطری ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس ماحول سے علیحدہ ہو جائیں اور جس چیز کو انھوں نے باطن میں چھوڑ دیا ہے اس کو ظاہر میں بھی چھوڑ دیں۔ یہ ہجرت کی اصل حقیقت ہے اور اس حقیقت کے لحاظ سے واقعی ہجرت ان لوگوں کی ہجرت ہے جن کے دل اور جسم دونوں مہاجر ہوں۔ نہ ان لوگوں کی ہجرت جن کے جسم تو ہجرت کر جائیں لیکن دل وہیں اٹکے ہوئے رہ جائیں جہاں سے انھوں نے ہجرت کی ہے۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کے ضمیر کے اندر زندگی کی کوئی رمق باقی ہے ان کو حرکت میں لانے کے لیے آخری کوشش کی جائے۔ جب سوسائٹی کے بہترین افراد ـــ جن کا بہترین ہونا ان کے دشمنوں

کو بھی تسلیم ہوتا ہے جن کی خیر خواہی اور ہمدردی پر مخالفوں کو بھی اعتماد ہوتا ہے، جن کی سچائی اور وفاداری کی اس کے اعدا بھی گواہی دیتے ہیں، جن کی حق دوستی اور وفاداری پر ان کی ہجویں کرنے والے اور ان کا مذاق اڑانے والے بھی دل ہی دل میں رشک کرتے ہیں ـــــ اپنی سوسائٹی کو ان کے دیرینہ روابط و تعلقات کو ان کے اندر اپنے سارے حقوق اور استحقاق کو، سب کو چھوڑ کر اپنا وطن، اپنے گھر کو یہاں تک کہ اپنے محبوب سے محبوب عزیزوں اور عزیز سے عزیز رشتہ داروں کو الوداع کہتے ہیں اور اس طرح الوداع کہتے ہیں کہ ان کے دل میں غصہ کے بجائے ہمدردی اور نفرت کے بجائے دل سوزی اور غم خواری ہوتی ہے اور ہمدردی کی زندگی کے جذبہ کے سوا اس میں کسی ذاتی کدورت اور رنجش کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہوتا تو یہ منظر ایسا نہیں ہے کہ جس شخص میں ذرا بھی انسانی حس موجود ہو اس سے متاثر ہوئے بغیر رہے۔ اس منظر کو دیکھ کر سنگدل اور شقی مخالفوں کے سوا وہ سارے لوگ حرکت میں آجاتے ہیں جن کے دل کے کسی گوشہ میں حق کی کوئی قدر موجود ہوتی ہے۔ اور ان میں سے بہتیرے اس منظر سے اس قدر متاثر ہو جاتے ہیں کہ بالآخر وہ اپنی غلط زندگی پر صبر نہیں کر سکتے اور اللہ کا نام لے کر داعیِ حق کے جانبازوں اور مجاہدوں میں وہ بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ داعیانِ حق کی طرف سے اپنی قوم کو گویا آخری بار جھنجھوڑنا ہوتا ہے جس کے بعد ان لوگوں کے سوا جو موت کی نیند سو رہے ہوتے ہیں، سارے لوگ اپنے بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

اس کا تیسرا فائدہ اہل حق کا تزکیہ ہے۔ داعیانِ حق کے سامنے جب تک ہجرت کا مرحلہ پیش نہیں آتا اس وقت تک ان کے مخلص و غیر مخلص میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ بہت سے لوگ نفاق کی آلائشیں لیے ہوئے داعیانِ حق کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں اور اپنے نفاق کو چھپانے میں پوری طرح کامیاب ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنے دل کے مخفی گوشوں میں اللہ کے سوا اپنے اعزہ و اقربا یا اپنے مال و جائداد کی کچھ دوسری وابستگیاں بھی رکھتے ہیں اور یہ چیز اس قدر مخفی ہوتی ہے کہ اپنے دل کے اس چور کی خود انھیں بھی خبر نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کے لیے ہجرت ایک کسوٹی کا کام دیتی ہے جس کے بعد کھرے اور کھوٹے میں پوری طرح امتیاز ہو جاتا ہے اللہ کے خالص اور مخلص بندے ایک طرف ہو جاتے ہیں اور جو لوگ حق کے خلاف یا دل میں کوئی چور رکھتے ہوتے ہیں وہ ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ صراط کے اندر ہجرت کی راہ بال سے زیادہ باریک اور

تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اس کو صرف وہی لوگ طے کر سکتے ہیں جو سو فیصدی مومن و مخلص ہوں۔ اگر نفاق اور آلائشِ دنیا کا ادنیٰ شائبہ بھی ہو تو ممکن ہے آدمی دوسری آزمائشوں میں کامیاب ہو جائے لیکن ہجرت کی جانچ میں ضرور پکڑا جاتا ہے۔

چوتھا مقصد یہ ہے کہ ایک آزاد اور پاک فضا میں اہلِ حق کی تربیت و تنظیم کی جائے تاکہ وہ باطل کے ہاتھوں سے طاقت چھینتے، ایک صالح تمدن کی بنیاد رکھنے اور دنیا کی قیادت و امامت کے منصب کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے تیار ہو سکیں۔ کافرانہ ماحول جس میں کفر کا اقتدار ہو، اس مقصد کے لیے کسی طرح صالح و سازگار نہیں ہو سکتا۔ دعوتِ حق کی فطرت اس پودے کی سی ہے جو اگرچہ ہر طرح کی زمین میں اگ جاتا ہے لیکن نشو و نما اسی وقت پاتا ہے جب اس کو وہاں سے اکھاڑ کر نصب کسی ایسی زمین میں کیا جائے جس پر کسی اور درخت کا سایہ نہ ہو۔ اسی وقت اس کی فطرت کے سارے تقاضے پورے ہوتے ہیں، اسی صورت میں وہ اپنی طبعی رفتار سے بڑھتا ہے اور برگ و بار لاتا ہے یہاں تک کہ ایک دن اس کی جڑیں پاتال تک پہنچ جاتی ہیں اور اس کی شاخیں ساری فضا میں پھیل جاتی ہیں۔ جب تک یہ بات نہ ہو لے اس وقت تک دعوتِ حق کی قوتیں ٹھٹھری ہوئی اور اس کی اصلی صلاحیتیں دبی ہوئی رہتی ہیں۔ اس کے رازوں کا نہ تو اپنوں کو اچھی طرح پتہ ہوتا اور نہ اس کے عجائب اور کرشمے دوسروں پر ظاہر ہوتے۔ کچھ متفرق اصول اپنی جگہ پر کتنے ہی دلکش ہوں اور منصف مزاج لوگ ان کے اصلی جوہر کا پورا پتہ نہیں چلا سکتے جب تک وہ ایک نظامِ زندگی کے فریم میں دیکھے اور پرکھے نہ جائیں۔ ایک کافرانہ نظامِ زندگی کے تحت توحید، اطاعتِ الٰہی، وحدتِ بنی آدم، محبتِ آخرت کا وعظ کیا جا سکتا ہے اور یہ وعظ بہت سے سلیم الفطرت لوگوں کو متاثر بھی کر سکتا ہے، لیکن جب انہی اصولوں کی اساس پر کسی آزاد ماحول میں ایک ہیئتِ اجتماعی وجود میں آجاتی ہے اور اس کے سارے نقشے وجہ بوجہ ابھرنے اور اپنا طبعی وظیفہ پورا کرنے لگتے ہیں تو اپنے بھی اس کی عملی صلاحیتوں اور برکتوں کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں اور دوسرے بھی اس کی تزئین اور کارفرمائیوں سے ششدر و حیران ہو جاتے ہیں۔

جو ہجرت ان مقاصد اور ان شرائط کے تحت وجود میں آتی ہے اس کے چند نتائج طبعی

پر پیدا ہوتے ہیں۔

اس کا پہلا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دعوت حق پوری طاقت و قوت سے پھیلنے اور بڑھنے لگتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمۂ حق کے اندر بڑھنے اور پھیلنے، غالب آنے اور چھا جانے کی غیر معمولی صلاحیتیں ودیعت ہوتی ہیں۔ انسانوں کی فطرت اور اس کائنات کے مزاج کو اس سے طبعی الفت ہے اور یہ دونوں ہی اس کو پرورش کرنا اور فروغ دینا چاہتے ہیں لیکن جب تک اس پر باطل کا غلاف پڑا رہتا ہے اس وقت تک یہ اس پودے کے مانند مرجھایا ہوا رہتا ہے جس پر کوئی بیگانہ بیل چڑھی ہوئی ہو اور اس کے رس کو چوس رہی ہو۔ جب اس بیل کے چنگل سے یہ آزاد ہو جاتا ہے اور ایک صالح زمین اور آزاد فضا اس کو مل جاتی ہے تو اس کی ساری دبی ہوئی قوتیں دفعتہً ابھر آتی ہیں اور آناً فاناً وہ ایک ہونہار درخت کی طرح اپنے اردگرد کی ساری زمین اور اپنے اوپر کی ساری فضا کی قوتوں کو اپنی غذا بنا لیتا ہے اور دیکھتے دیکھتے ایک ایسا تناور درخت بن جاتا ہے کہ اس کے سایہ میں قافلے پناہ لیتے ہیں اور قومیں اس کے پھلوں سے غذا اور آسودگی حاصل کرتی ہیں۔

دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باطل فوراً یا بالتدریج فنا ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ باطل کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔ اس کو نہ تو انسانی فطرت ہی سے کوئی لگاؤ ہے نہ اس نظام کائنات ہی سے کوئی مزاجی مناسبت ہے۔ اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقصد حق کے ساتھ بنایا ہے اور اس کے سارے نظام تکوینی میں ایک روح حق کارفرما ہے اس وجہ سے کسی مجرد باطل کی — جس کے اندر سے حق کے تمام اجزاء نکال کر الگ کر لیے گئے ہوں — پرورش کرنا اس کے مزاج کے بالکل منافی ہے۔ اس کے اندر اگر کوئی باطل پایا جا سکتا ہے تو اسی صورت میں پایا جا سکتا ہے جب اس کے اندر حق کی بھی کچھ ملاوٹ ہو کیونکہ یہ باطل طفیلی پودوں یا طفیلی کیڑوں (Patasite) کی طرح اسی حق کے سہارے جیتا ہے۔ اور جب یہ حق کا سہارا اس سے بالکل ہی چھن جائے جیسا کہ اہل حق کی ہجرت کی صورت میں ہوتا ہے تو پھر باطل کے لیے زندہ رہنا محال ہو جاتا ہے۔ جس طرح اس جسم کے لیے، جس کی روح نکل چکی ہو، سڑ جانا ضروری ہے، اسی طرح اس

جماعت کا فنا ہوجانا بھی یقینی ہے جس کے اندر سے اہل حق اعلان برأت کرکے رخصت ہو چکے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات میں ہم پڑھتے ہیں کہ ان کی ہجرت کے بعد اللہ تعالے نے ان کی قوموں کو مہلت نہیں بخشی بلکہ ان سے دو طرح کا معاملہ کیا گیا۔

اگر ہجرت کرنے والے اہل ایمان تعداد میں بہت تھوڑے ہوئے اور اکثریت اہل باطل ہی کی رہی تو اللہ تعالیٰ نے کوئی ارضی یا سماوی عذاب بھیجکر اہل باطل کو فنا کردیا اور زمین کی وراثت اہل حق کو سونپی۔

اگر ہجرت کرنے والے اہل ایمان کی تعداد معتدبہ اور قابل لحاظ ہوئی تو اس صورت میں اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ خود اہل باطل سے ٹکرلیں اور ان کو حق کے آگے مغلوب کردیں۔

ان دونوں صورتوں میں حق کا غلبہ اور باطل کی شکست یقینی ہے۔ جس طرح خدا کا عذاب بے پناہ ہے اور اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اہل حق اور اہل باطل کا تصادم بھی لازماً حق کے غلبہ ہی پر منتہی ہوتا ہے اور ممکن نہیں ہے کہ اس تصادم کے واقع ہو جانے کے بعد باطل زیادہ دنوں تک ٹک سکے۔ حضرات انبیائے کرام اور ان کی قیادت میں کام کرنے والی جماعتیں اپنے عہد کے اہل باطل کے لیے خدائی عدالت ہیں اور وہ پورے انصاف کے ساتھ حق و باطل میں فیصلہ کرتی ہیں اور باطل کتنا ہی زور آور ہو لیکن اس کو اس عدالت کے فیصلہ کے آگے سرجھکانا پڑتا ہے۔

جہاں تک انبیائے کرام علیہم السلام کا تعلق ہے، ان کی ہجرت کے بعد دونوں مذکورۂ بالا نتائج لازمی طور پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس بات کے خلاف کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں ہے کہ یہی نتائج اس وقت بھی نکل سکتے ہیں جب ٹھیک انہی لائنوں پر صالحین کی کوئی جماعت کام کرے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اپنے ماحول پر اتمام حجت کا حق جس طرح انبیائے کرام کرتے ہیں اس طرح کا اتمام حجت دوسروں سے ممکن نہیں ہے اس وجہ سے دوسرے اہل حق کی ہجرت کے بعد

اس طرح کا عذاب آنا ضروری نہیں ہے جس طرح کا عذاب ان قوموں پر آیا جن کے اندر سے حضرات انبیائے کرام نے ہجرت فرمائی ہے۔ تاہم حق و باطل کی کوئی کشمکش ہو اگر اس میں اہل حق ان تقاضوں کو پورا کر دیں جو حق کی سربلندی کے لیے ضروری ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کی جد وجہد بالآخر ضرور کامیاب ہو کے رہتی ہے۔

اس ہجرت کے بعد دعوت حق تیسرے مرحلہ یعنی جہاد اور جنگ کے مرحلہ میں داخل ہوتی ہے۔

(باقی)

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۲) الاجتہاد لا یعارض النص

لا یقاس المنصوص علی المنصوص

لا قوام للدلالۃ مع النص

المتیقن بہ لا یتبدل الا بمثلہ

فقہ حنفی کے ان مسلمہ اصول کے ہوتے ہوئے ہم مجبور ہیں کہ صریح نصوص کے مقابلہ میں قیاس واجتہاد کو ترک کر دیں وما توفیقی الا باللہ الیہ ارجع والیہ انیب۔

خریداران ترجمان القرآن کی خدمت میں

(۱) پتہ تبدیل کراتے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیے۔

(۲) ترسیل زر کے وقت منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا پتہ اور نمبر خریداری صاف تحریر کیجیے۔ ڈاک خانہ اور ضلع کا نام انگریزی کے بڑے حروف (Block letters) میں لکھیے۔